ڈاکٹر کلیم اللہ سارید، لیکچرر سندھ یونیورسٹی
جامشورو حیدرآباد

انسانی معاشرہ اور تمدن کے مراحل

امام شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں

۲

حکومت یا مملکت کی ضروریات | مملکت کی پہلی ضرورت، عدلیہ یعنی وہ نظام جسمیں عدل و انصاف کو برقرار رکھا جائے

انسان کے اس تیسرے ارتقائی مرحلے میں انصاف اور قضاء کا شعبہ جنم لیتا ہے یعنی جب مملکت کے مختلف شعبوں کے لوگوں کے درمیان جھگڑے اور رقابت شروع ہو جائیں اور ان کا فیصلہ نہ کیا جائے تو وہ تنازعات اور دشمنیاں بڑھتی جاتی ہیں اور حکومت کے لوگوں کے درمیان بے چینی اور تصادم پیدا ہو جاتا ہے۔

عدل و انصاف کے شعبے سے حکومت اور اس کا نظام مستحکم ہونا چاہیئے

جو مملکت کو لازمی طور پر تباہی کی طرف لے جاتا ہے اس لیے حکومت یا مملکت کو ایسے ادارے کے قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جس سے ان جھگڑوں اور دشمنیوں کو ختم کیا جائے جو مکمل اور موثر طور پر ان مسائل اور جھگڑوں کا تصفیہ کریں حکمت کی یہ ضرورت عدل و انصاف کے شعبے سے پوری ہو جاتی ہے جو مساوی اور متفقہ طور پر تنازعات کے حل کرنے کا نظام ہوتا ہے اور اس نظام یعنی عدل و انصاف کے شعبے کے لیے یہ ضروری ہے کہ یہ شعبہ منصب اور مستحکم ہو اور اس ادارے کے فیصلے قابل عمل ہوں دوسری صورت میں حکومت یا اجتماعی زندگی کی ضروریات وابستہ ہیں وہ پوری نہیں ہوتیں۔

داخلی امور اور انتظامی شعبہ | انتظامی شعبہ کے ذریعے غیر مہذب افراد کی سرکوبی کی جاتی ؛

انسان کے اس تیسرے ارتقائی مرحلے میں اجتماعی اصولوں یا مملکت کو قائم رکھنے کے لیے ہیں انتظامی شعبے کی ضرورت پڑتی ہے یہ شعبہ کمزور اور اخلاف اور بُری طبیعت کے لوگوں کی سرکوبی کرے جو لوگ اپنی بُری عادتیں اور اعمال سے مملکت یا اجتماعی زندگی میں خرابی پیدا کر سکتے ہیں اور یہ بھی بہت ضروری ہے

کہ ایسے افراد کے خلاف تعزیری اقدامات کرنے چاہئیں۔
نیز وہ احکام جن سے بُری عادتیں یا بُرے لوگوں کو باز رکھا جائے ان کاموں کے لیے ایک مستحکم نظام کی ضرورت ہے جس سے ان بدطبیعت لوگوں کو مہذب بنا کر اچھی سوسائٹی میں لایا جائے۔[۱]

دفاعی شعبہ دفاع کے شعبے کی اس وقت ضرورت پڑتی ہے جب اجتماعی زندگی یا مملکت میں فتنہ فساد پیدا ہو جائے۔

انسان کے اس اجتماعی مرحلے میں دفاع کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے جب مملکت یا حکومت کو خارجی فتنہ، فساد کا سامنا کرنا پڑتا ہو اور بعض حالات میں داخلی امور میں بھی ضرورت پڑتی ہے اس لیے مملکت کے دفاع و مستحکم کرنے کے لیے ایک انتظامیہ کے طرز پر ایک اعلیٰ ادارہ قائم کیا جائے جو ایک بڑی فوج اور قوت دفاع سے آراستہ ہو۔[۲]

شاہ ولی اللہ دفاع کے شعبے کو جہاد کا نام دیتے ہیں ؛

فوج کی نقل و حرکت اور نظم و ضبط ایک طے شدہ دستور کے مطابق ہو جسے لوگ پسند کریں اور فوج کی نقل و حرکت دفاع کے ماہرین کی نگرانی میں ہونے چاہئیں جو جنگ اور دیگر انتظامی امور سے بخوبی واقف ہو لوگوں کی رضامندی اور فرمانبرداری کی کمان کر سکیں حضرت شاہ ولی اللہ نے اس شعبے کو جہاد کے نام سے منسوب کیا ہے۔[۳]

سماجی بہبود اور ترقی کا شعبہ شاہ ولی اللہ کی نظر میں ایک متمدن اور ترقی یافتہ یا ترقی پذیر مملکت میں ایسے ادارے یا شعبے کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے جس کے ذریعے لوگوں کی فلاح و بہبود کا کام سرانجام دیا جائے اور وہ ایسے کام سرانجام دیں اور ایسے وسائل پیدا کریں جنہیں لوگ خود پورا نہیں کر سکتے دوسرے معانی میں یہ ادارہ ایسے کام سرانجام دے جس میں عوامی عمارتیں یعنی سکول، مساجد، شفاخانہ، شاہراہ اور دیگر تعمیرات عامہ کے کام سرانجام دے شاہ ولی اللہ کے خیال میں یہ ادارہ حکومت کے لیے نقاب ہے اس ادارے کا سربراہ والی کہلاتا ہے۔[۴]

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ ص۳۳ ۔ شاہ ولی اللہ اور اس کا فلسفہ ص۱۱۹ از ڈاکٹر ہالی پوتا۔ البدور البازغہ ص۱۰۱ مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور (یوپی)۔

[۲] ایضاً، البدور البازغہ ص۱۰۲، مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور (یوپی)

[۳] شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ص۱۲۰۔

[۴] ایضاً۔

تعلیم کا شعبہ شاہ ولی اللہ کی نظر میں مملکت کو ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو تعلیم یافتہ اور تجربہ کار ہو اس مقصد کے لیے تعلیم کا عام کرنا بہت ضروری ہے۔

اس شعبے میں مملکت یا حکومت کی یہ بھی ضرورت ہوتی ہے کہ حکومت کے افراد یا دیگر افراد بہتر طور پر تہذیب اور تعلیم یافتہ ہوں روزی حاصل کرنے کے شعبوں میں عالم اور ہنرمند ہوں تاکہ وہ انسان کے سماجی اور معاشرتی ارتقاء کے مدنظر سابقہ ارتقائی مراحل کے مقابلے میں زیادہ تر معیار زندگی حاصل کرسکیں اسی شعبے کو تعلیم کے شعبے سے تصور کیا جائے گا اور اس طرح حکومت کو اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد مہیا ہوجائیں گے جو آگے چل کر مملکت کی ترقی اور مضبوط و مستحکم بنانے کا سبب بنتے ہیں۔

حکومت کی مکمل صورت حکومت کو بہتر اور مضبوط بنانے کے لیے اختلاف رائے کا پیدا ہونا ضروری ہے اس لیے ہر ایک شعبے کا الگ سربراہ مقرر کیا جائے جس سے وہ مطلوبہ نتائج کو حاصل کرے۔

شاہ ولی اللہ کی نظر میں ایک مکمل مملکت وہ ہوتی ہے جو مذکورہ بالا ضروریات کو پورا کرسکے اور ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ایک مؤثر طریقہ کا معیار رکھتی ہو جب معاشرہ یا انسانی سماج میں مختلف طبیعتوں کے لوگ وابستہ ہوتے ہیں جن کے نفاذ اور مطلب بھی مختلف ہوتے ہیں اور اسی صورت میں ایک مسلم اور معیاری حکومت چلانے کے لیے اختلاف رائے کا ہونا یقینی امر ہے اس لیے شاہ ولی اللہ کی نظر میں یکسانیت اور اتحاد کو بہتر بنانے کے لیے نفاق اور خطرے کی حالتوں کو دور کرنے کے لیے ہر ایک شعبے کے فرائض اور معاملات کے لیے ایسے افراد کو مقرر کیا جائے جس کے تحت وہ شعبے کام کریں جس سے آج کے دور میں ہم مختلف شعبوں اور وزارتوں میں تقسیم کرتے ہیں یہ سب کے سب افراد یا شعبے اور انکی کارکردگی اس شخص کے ماتحت ہوتی ہے جو پوری مملکت کا سربراہ ہوتا ہے اور اسی طرح تیسرے ارتقائی مرحلے میں بیت المال کا کام کرنا اور اس کو ترقی دلانا معاشرے جملہ افراد کی ضرورت کو مساوی طور پر پورا کیا جائے اور ضرورت کے وقت اگر مملکت میں یا اجتماعی ضروریات کے مدنظر اگر انسان اپنے اعلیٰ معیار زندگی کیلئے دیگر ضروریات اور شعبوں کو جنم دے تو حکومت کا فرض ہے اسے بھی مملکت کے کاموں میں شمار کرے مثلاً مختلف صنعتیں مختلف ہنر اور پیشے اور دیگر سائنسی اور تجرباتی ایجادات وغیرہ۔

حاصل کلام ہم مذکورہ بالا انسانی سماجی تقسیم اور ارتفاقات کے ارتقائی مراحل کو سمجھنے اور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم کرتے ہیں کہ انسان ابتدائی ضرورت سے لیکر حکومت کے قیام تک یا اجتماعی زندگی کے قیام تک مختلف ضروریات اور ارتفاقات کو جنم دیتے ہوئے اپنے لیے حکومت کا قیام

لازم سمجھتا ہے اور شاہ ولی اللہ کی نظر میں ارتفاقات سوم کے درجے میں انسان اگر اجتماعی زندگی اور حکومت کو تشکیل دیتا ہے اور اس کو مضبوط و بہتر بنانے کے لیے مختلف تدابیر کو عمل میں لاتا ہے جس کے ذریعے وہ زمین کے کسی خطے میں قوم یا حکومت اور ملک کے نام سے سمجھا جاتا ہے اسی طرح انسان تیسرے ارتقائی مرحلے کی روشنی میں زمین کے دوسرے خطوں کے رہنے والے انسانی قوموں سے ربط اور تعلق پیدا کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے اور اپنی فطرتی ارتقائی مراحل کے مدنظر اپنے لیے بین الاقوامی تعلقات اور ربط اور تعلق قائم کرتی ہیں جسے ہم انسان کی بین الاقوامی مملکت کا نام دیں گے بین الاقوامی مملکت کا قیام انسان کے تیسرے ارتقائی مرحلے کے بعد جنم لیتا ہے وہ اسے پورا کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے اور اسے بین الاقوامی حکومت تسلیم کرتا ہے شاہ صاحب نے اس انسانی سماجی ضرورت کو ارتفاقات چہارم سے موسوم کیا ہے اس لیے شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ کے ارتفاقات میں الارتفاق الرابع کا نام دیا ہے۔

انسان کی سماجی زندگی کا چوتھا ارتقائی دور

شاہ صاحب چوتھے ارتقائی مرحلے میں بین الاقوامی حکومت کے قیام کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ نے اس ارتقاء کو ارتقاء رابع سے موسوم کیا ہے شاہ صاحب اس سے بین الاقوامی مملکت کا قیام یا بین الاقوامی تعلقات کا قیام مراد لیتا ہے یعنی شاہ صاحب انسان کے اس چوتھے ارتقائی مرحلے میں بین الاقوامی تعلقات یا بین الاقوامی حکومت کا قیام ضروری سمجھتا ہے جس سے عملی امن اور عالمی اخوت پیدا ہو سکے جیسا کہ سماجی ارتقاء کے پہلے دو مرحلوں میں جو مملکت وجود میں آتی ہے وہ خود کو ایک ایسی وحدت میں تبدیل کر لیتی ہے جو حقیقت میں اس قسم کی بہت بہت ساری وحدتوں کے درمیان ایک ہی وحدت ہوتی ہے اس لیے شاہ صاحب کے بقول کہ جب کسی قوم کی آبادی یا تمام انسانی افراد کو جب غور سے دیکھا جائے تو مملکت کے انفرادی ارکان کی طرح ہر مملکت یا حکومت اسی طرح بین الاقوامی یا سلطنت کی رکن ہوتی ہے۔

ہر مملکت بین الاقوامی حکومت کی رکن کی حیثیت رکھتی ہے:

جو بین الاقوامی انسانی سوسائیٹیوں سے وجود میں آتی ہے اور دنیا کے تمام حصوں سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کی بعض چھوٹی مملکتیں دوسری مملکتوں یا حکومتوں سے ٹکرا جاتی ہے اور اپنی مخالف حکومت کو داخلی امن اور اتحاد کو خطرے میں ڈال دیتی ہے۔

بین الاقوامی حکومت کے قیام کی ضرورت یا اقوام متحدہ جیسے ادارے کی ضرورت

بین الاقوامی حکومت کے قیام سے انسانی اتحاد اور بین الاقوامی

امن کا فروغ ہوتا ہے ؛

انسانیت کے ان ممالک کے درمیان جو تصادم پیدا ہو جاتا ہے وہ ایسے طاقتور نظام کی ضرورت محسوس کرتا ہے جس سے دنیا کے تمام ممالک ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارہ اور اخوت و امن کے ساتھ رہ سکیں اور وہ اتحاد انسانیت کو جسے شاہ صاحب الانسان الکبیر کہتے ہیں کہ نہ ہلا سکے۔ اس ضرورت کی تکمیل اس وقت پوری ہو گی جب ایک اعلیٰ خلافت یا بین الاقوامی حکومت (خلافت) کی صورت میں قائم کی جائے اور یہ اقدام اس وقت کیا جاتا ہے جب اپنے چوتھے ارتقائی مرحلے میں پیش قدمی کرتے ہوں۔ اس ارتقاء یا ارتفاقات چہارم کے بغیر قوموں کے درمیان حقیقی امن اور سکون قائم نہیں ہو سکتا اور انفرادی حکومتوں کی حفاظت ممکن نہیں ہو سکتی اس لیے انسان کے ارتقاء کا یہ چوتھا مرحلہ بین الاقوامی اتحاد اور امن و سلامتی کا خواہاں رہتا ہے اور اپنے اس مرحلے میں ایک بین الاقوامی نظام اور حکومت کا تصور کر لیتا ہے اور اسے چلانے کے لیے نئی نئی تدابیر اختیار کرتا ہے[1]

حاصل کلام

انسانی ارتقاء کے چوتھے مرحلے میں ہمیں یہ محسوس ہوا ہے کہ شاہ صاحب انسانیت کی ابتدائی ضروریات سے لے کر اعلیٰ اتحاد اور بین الاقوامی انسانی سوسائٹی کے قیام کے مسائل اور ضروریات کو خوب سمجھتے تھے بقول ان کے طبعی الہامات کا نتیجہ ہے یعنی انسان ایک بین الاقوامی اتحاد اور بھائی چارہ کی ضرورت فطرتی اور طبعی طور سے محسوس کرتا ہے۔ شاہ صاحب نے اگرچہ یہ چار مرحلے لکھے ہیں جن میں ایک معاشرہ ارتقائی طور پر ترقی پاتا ہے لیکن یہ بالکل ضروری نہیں کہ ہر معاشرہ ہر مرحلے سے گزرے بلکہ انسانی سماج کے کچھ ایسے گروہ جو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں اپنے دوسرے جماعتوں کے یا گروہوں کے مقابلے میں اعلیٰ تر معیار زندگی کو حاصل کرتا ہے اور بعض اپنے کمال حاصل کرنے کے بعد زوال پذیر بھی ہو جاتے ہیں اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہر معاشرے کی پہچان اس کی موجودہ سطح ہونی چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ معاشرہ اپنے ارتقائی مراحل کے مدنظر پہلے دوسرے اور تیسرے ارتقائی میں سے کس مرحلے میں ہیں یا وہ ابھی تک جزوی طور پر دوسرے مرحلے میں پڑا ہوا ہے۔

تمدن کی تعریف اور ضرورت

معاشرتی تمدن میں انسان کے بعض افراد پیشہ ورانہ ہنر و دیگر حالات میں مختلف ہوتے ہیں :-

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۷ شاہ ولی اللہ کا فلسفہ ص ۱۲۳ البدور البازغہ ص ۸۵، ۸۶ مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور (یوپی)۔

شاہ ولی اللہ کے نزدیک اجتماعی زندگی بسر کرنے کو تمدن کہتے ہیں[1] اب بعض افراد سوسائٹی کے مثلاً ایسے تھے جن کے پاس اناج ان کی اپنی ضرورت سے بہت زیادہ تھا لیکن دیگر لوازم حیات سے وہ محروم تھے برخلاف اس کے بعض دوسرے لوگوں کے پاس وہ لوازم حیات تو بافراط موجود تھے جس کی اوّل الذکر لوگوں کو ضرورت تھی لیکن اناج کی ان کو سخت ضرورت تھی علی ھذا القیاس ہر ایک کے پاس ایسی چیز تھی جس کی دوسروں کو ضرورت تھی لیکن ان کے پاس نہیں تھی چنانچہ سوسائٹی کے سب افراد کو تمام لوازم حیات سے یکساں طور پر فائدہ اٹھانے کے سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں تھی کہ مبادلہ اجناس کے لیے ایک خاص نظام مقرر کیا جائے مگر اس میں ایک مشکل پیدا ہوئی وہ یہ کہ مثلاً ایک شخص کے پاس اناج ہے اور دوسرے کے پاس روئی۔ اول الذکر کے پاس حسن اتفاق سے اس قدر موجود ہے جس کا کچھ حصہ وہ بخوشی مؤخر الذکر کو دے سکتا ہے۔ لیکن روئی کی اس کو سردست مطلق ضرورت نہیں اس مشکل کا یہ حل سوچا گیا کہ کسی تیسری چیز کو مبادلہ کا ذریعہ قرار دیا جائے جو بذات خود لوازم حیات سے نہ ہو اور وہ کوئی ایسی معدنی چیز ہو جو مدتوں کے گزر جانے پر بھی باقی رہے[2]

تجارت کے نظام اور امداد باہمی کو عام کرنے کے لیے انسانی تمدن اور معاشرتی زندگی میں کسی خاص چیز کو تبادلہ اور تجارت کے لین دین کے لیے مخصوص کیا جاتا ہے۔

تمام لوازم نے بالاتفاق انہی کو ذریعہ مبادلہ قرار دیا تاکہ ہر ایک شخص بفراغ خاطر ایک ہی قسم کی پیداوار حاصل کرنے اور ایک ہی پیشہ کو پوری مصروفیت کے ساتھ اختیار کرنے میں مشغول ہو اور اپنی تمام ضروریات کو مبادلہ کے ذریعے مہیا کر لیا کرے چونکہ یہ ایک نہایت مفید بلکہ ضروری اور ناگزیر معقول انتظام تھا۔ اس لیے سب نے اس کو تسلیم کیا اور تمام دنیا میں یہی طریقہ مبادلہ بذریعہ سیم و زر مروج ہوگیا[3]

انسانی تمدن کی اکثریت سونا چاندی کو تبادلہ کا ذریعہ بناتا ہے اور سونا چاندی عام طور پر اس امر کے لیے درست ہیں۔

سونے چاندی کو ذریعہ مبادلہ بنانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ بہت کم جگہ گھیرتے ہیں اور انکے اجزا میں تماثل اور یکسانی پائی جاتی ہے گویا سیم و زر کی تخلیق ہی اس غرض کیلئے ہوتی ہے کہ انکو نقدی کے طور پر استعمال کیا جائے۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ ص۲۸ مطبوعہ قومی کتب خانہ لاہور احسن برادرز ، البدور البازغہ ص۶۷ مطبوعہ مدنیہ برقی پریس بجنور (یوپی) [2] ایضاً ص۲۸۱ ، البدور البازغہ ص۶۸ مطبوعہ برقی پریس بجنور (یوپی)

[3] ایضاً ۔ البدور البازغہ ص۶۹ مطبوعہ مدینہ برقی پریس بجنور (یوپی)۔